ہمارا نظامِ تعلیم اور قومی تقاضے

پروفیسر عبدالقیوم ایم اے

آج مجھے ایک اہم اور نازک موضوع پر چند معروضات پیش کرنا ہے۔ اس موضوع کی اہمیت بڑی واضح ہے۔ ماہرینِ تعلیم اور قوموں کے عروج و زوال کے رمز شناس کہتے ہیں کہ:

"اگر کسی قوم کے مستقبل کا اندازہ لگانا مقصود ہو تو اس کے نظامِ تعلیم کو دیکھنا چاہیے"

اس کا مفہوم یہ ہے ملکوں اور قوموں کے مستقبل کا انحصار ان کے نظامِ تعلیم پر ہے۔

"نظامِ تعلیم" بذاتِ خود ایک وسیع موضوع ہے جو نرسری درجے سے شروع ہو کر یونیورسٹی کی اعلیٰ ترین ڈگریوں کو حاوی ہے۔ اس موضوع میں HUMANITIES بھی شامل ہے اور SCIENCES بھی۔ نظامِ تعلیم کا تعلق استاد، طالب علم، کتاب، عمارت اور ماحول سب سے ہے۔ پاکستان ایسے ترقی پذیر اور نوخیز ملک کے لیے نظامِ تعلیم کی اہمیت اور بھی بڑھ جاتی ہے۔ زندہ قومیں، زندگی کا دم بھرنے والے گروہ اور زندہ رہنے بلکہ باعزت زندہ رہنے کا داعیہ رکھنے والی اقوام اپنے نظامِ تعلیم پر ہمیشہ نظر رکھتی ہیں اور اپنے مستقبل کو روشن تر بنانے کے لیے نظامِ تعلیم کے بارے میں اکثر غور و غوض کرتی رہتی ہیں۔ لیکن اس سلسلے میں ایک بات کبھی بھی فراموش نہ کرنی چاہیے کہ ہم میں اور دوسری قوموں میں ایک نمایاں فرق ہے۔ ہم مسلمان قوم ہیں۔ ہماری زندگی کا مقصد اور نصب العین دوسری قوموں سے خاصا مختلف ہے۔ ہماری زندگی کی قدریں دوسری اقوام کی قدروں سے بہت ہی مختلف ہیں۔ اس تلخ حقیقت کے پیشِ نظر ہمیں ہر آن یہ بات ملحوظ رکھنی پڑے گی اور اسی بنا پر ہم دنیا میں ایک ممتاز اور بلند مقام حاصل کر سکتے ہیں اور اسی حقیقت کو پیشِ نظر رکھ کر

ہمارا نظامِ تعلیم کامیابی اور کامرانی سے ہمکنار ہو سکتا ہے۔

پاکستان کے نظامِ تعلیم کے سلسلے میں یہ بات کبھی نظر انداز نہیں کی جا سکتی کہ قیامِ پاکستان کا ایک خاص مقصد تھا اور یہ خاص مقصد ہمارے ہر نظام اور ہر شعبۂ زندگی میں وہی مقصدیت پیدا کر دیتا ہے اور اگر ہم کسی سطح پر بھی اس مقصدیت کو نظر انداز کر دیتے ہیں تو یقین جانیے کہ شعوری یا غیر شعوری، ارادی یا غیر ارادی طور پر قیامِ پاکستان کے مقصد کو نظر انداز کر دینے کے جرم کا ارتکاب کرتے ہیں۔

ہمارے نظامِ تعلیم کو پاکستانی مقصدیت سے ہمکنار کرنے اور تعلیمی ترقی کے پیشِ نظر آج سے دس بارہ برس پہلے ملکی سطح پر ایک تعلیمی کمیشن کا تقرر عمل میں آیا اور اس تعلیمی کمیشن نے ایک رپورٹ پیش کی جو پاکستان کی وزارتِ تعلیم نے ۱۹۵۹ء میں قومی تعلیم کے کمیشن کی رپورٹ Report of the Commission on National Education کے نام سے پیش کی۔ یہ رپورٹ اس قابل تھی کہ ہر استاد، ہر دانشور، قوم کا ہر خیر خواہ اور تعلیم سے دلچسپی رکھنے والا ہر فرد اس "قومی تعلیم کے صحیفے" کو بنظرِ غائر پڑھتا، لیکن افسوس ہے کہ بوجوہ ایسا نہیں ہو سکا۔

بہر حال اس رپورٹ کے صفحہ ۹، پیرا ۲۳ کے یہ الفاظ خاص طور پر توجہ کے مستحق ہیں۔

"In order to find our place in a highly Competitive world we must learn to put the first emphasis on quality in education. The Important role the schools can and should play in incalculation of values and moulding the Character of youth must also find expression both in the Curriculum and in the school Envirioment.

The qualities of honesty, fairness, hardwork and geniune interest in

students must be wedded to the attributes of sound scholarship and imaginative teaching to produce in our teachers the high ethical standards so long expected of their profession."

اسی رپورٹ میں صفحہ ۱ پر ایک عنوان قائم کیا گیا ہے:

"The objectives of our educational system."

اس عنوان کے تحت پیرہ نمبر ۲ میں یہ الفاظ بھی بڑی اہمیت کے حامل ہیں:

"Our educational system must play a fundamental part in the presination of the ideals which led to the creation of Pakistan and strengthen the concept of it as unified nation. The desire for a homeland for Muslims on the sub-continent grew out of their wish to be in a position to govern themselves according to their own special set of values.

In other words, our country arose from the striving to preserve the Islamic way of life. .... The moral and spiritual values of Islam combined with

freedom, integrity and strength of Pakistan should be the ideology which inspires our educational system."

لیکن ہم بنظرِ تاسف دیکھتے ہیں کہ یہ بصیرت افروز حقائق و مقاصد سرمۂ چشم قوم نہ بن سکے۔

اس بارے میں دو رائیں قطعاً نہیں ہو سکتیں کہ ہمیں ڈاکٹروں کی ضرورت ہے۔ انجینیروں کی ضرورت ہے، کاریگروں کی ضرورت ہے، مختلف علوم و فنون کے اعلیٰ ماہرین کی ضرورت ہے ان ضرورتوں کو پورا کرنے کے لیے ہماری حکومت اپنے وسائل کے مطابق پوری طرح کوشاں ہے۔ لیکن اس کا یہ مفہوم ہرگز نہیں کہ ہر طالبِ علم میٹرک پاس کرنے کے بعد ڈاکٹر اور انجینئر بننے کا داعیہ لے کر کالج کا رخ کرے۔ آج یہ روش عام ہے اور ہر طالبِ علم کے والدین کی یہ خواہش ہے کہ ہمارا بچہ ڈاکٹر بنے یا انجینیر۔ اس نیک خواہش کا نتیجہ یہ ہے کہ ہر سال ہزاروں طلبہ فیل ہو کر قومی ضیاع کا موجب بنتے ہیں۔ اس کے علاوہ پاس ہونے والوں کے لیے بھی یہ ممکن نہیں ہوتا کہ وہ ایف ایس سی یا بی ایس سی کر کے میڈیکل کالج یا انجینئرنگ یونیورسٹی میں داخلہ لینے کے اہل ہو گئے ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ رجحان بڑا خطرناک ہے اور اس کے روکنے کے لیے مناسب اقدامات ضروری ہیں۔

تعلیم میں اب تک مقصدیّت مفقود نظر آتی ہے۔ تعلیم، بلکہ اعلیٰ تعلیم کو بھی محض مشغلے کی حد تک اہمیّت دی جاتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ یونیورسٹیوں میں ہر شعبہ طلبہ سے بھرپور نظر آتا ہے۔

عرض کرنے کا مقصد یہ ہے کہ قومی مفاد کے پیشِ نظر تعلیم حاصل کرنے والوں کے لیے مقصدیّت کی موجودگی اور تعیین ازبس ضروری ہے۔

یونیورسٹی میں تدریس و تعلیم کے اعلیٰ معیار کے ساتھ تحقیق و جستجو کی عملی صورت اختیار کرنا بھی ضروری امر ہے۔ ہمارے بیشتر شعبوں کو اس کام کے لیے فرصت ہی نہیں اور جہاں کہیں تحقیقی رجحانات موجود ہیں وہ عملی اور مالی مشکلات کا شکار ہو جاتے ہیں۔ یہ تحقیقات کا سلسلہ سائنسی علوم، اسلامی علوم، عربی و فارسی، اردو

میں زیادہ اہمیت رکھتا ہے۔ سائنسی علوم میں اس لیے کہ زندگی کی تگ و دو میں حصہ لینے اور زندہ رہنے کی اہلیت ثابت کرنے کے لیے اس کے بغیر چارہ کار نہیں ہے۔ اسلامی علوم میں اس لیے کہ اس سے ہماری روحانی، شرعی اور قانونی روایات وابستہ ہیں۔ عربی، اردو، فارسی اور بنگلہ یہ ہماری ثقافت اور تہذیب و تمدن کی امین زبانیں ہیں۔

ہمارے نظامِ تعلیم میں جہاں بہت سی خوبیاں ہیں وہاں چند کمزور پہلو بھی نمایاں ہیں۔ اس مقالے کے آغاز میں ایک حوالہ پیش کیا گیا تھا جس کا مفاد یہ تھا کہ ہم ایک ممتاز حیثیت رکھتے ہیں جو اسلام سے وابستگی کا نتیجہ ہے۔ اس امتیازی حیثیت کو برقرار رکھنا پاکستان کے استحکام کا موجب ہے اور اس سے بے اعتنائی برتنا پاکستان دشمنی کے مترادف ہے۔ ہمارے سامنے نظامِ تعلیم میں اسلامی تعلیم کو تفوق حاصل ہونا چاہیے۔ ہر درجے ہر سطح اور ہر فن کے پڑھنے والے کے لیے اسلامیات کا نہایت موزوں اور متناسب نصابِ تعلیم ہونا چاہیے۔ جس کے باعث ہم اپنی ممتاز انفرادیت کو قائم رکھ سکیں۔ اسلامی تعلیم کے نصاب میں قرآن و سنت، سیرت النبیؐ اور تاریخِ اسلام کو بڑے زور سے پڑھایا جائے اور اس جذبے کے ساتھ کہ ساری قوم اسلام کی دولت سے مالامال ہو جائے۔ میں اپنے تیس سالہ تدریسی تجربے کی بنا پر علی وجہ البصیرت کہہ سکتا ہوں کہ صحیح قسم کے دیندار طلبہ نے کبھی شورش پیدا نہیں کی اور نہ کبھی استادوں، درس گاہوں اور حاکموں کے لیے مسئلہ بنے ہیں بلکہ اس کے برعکس وہ ہمیشہ تعلیمی اداروں کے نظم و نسق میں معاون اور مفید ثابت ہوتے ہیں۔ ہمارے نظامِ تعلیم میں اسلامی تعلیم کا موجودہ نظام قطعاً تسلی بخش نہیں ہے۔

ہم بہرحال مسلمان ہیں، ہمیں مسلمان زندہ رہنا ہے اور مسلمان مرنا ہے۔ ہم کبھی اسلام کے دامن کو چھوڑ کر فلاح و کامرانی حاصل نہیں کر سکتے۔ اسلامی تعلیم کے نصاب کو بہتر، ہمہ گیر اور زیادہ مؤثر بنانا چاہیے تاکہ قوم کی صحیح خطوط پر تربیت ہو سکے۔ میرے نزدیک آج معاشرے کی اکثر برائیاں اور جرائم کی بڑھتی ہوئی رفتار لادینیت کا بدیہی نتیجہ ہے۔ قتل و خونریزی، مقدمے بازی، اسلحہ کا آزادانہ استعمال، اخلاقی بے راہ روی اور بدکرداری کی ساری صورتیں اسلام سے بے گانگی اور دوری کا نتیجہ ہیں۔ اگر ہم اپنے بچوں کو صحیح خطوط پر اسلامی تعلیم سے بہرہ مند کر دیں تو چند برسوں میں ہمارا ملک جنت نظیر بن سکتا ہے۔

اس ضمن میں یہ بھی گزارش ہے کہ سارے نصابوں کا جائزہ لینے کے لیے ایک کمیٹی مقرر کی جائے اور ٹٹولا جائے کہ خدا پرست اور خدا کے قائل نوجوانوں کو کہاں کہاں اور کن کن راہوں سے خدا

(بقیہ بر صفحہ ۳۲)